اِنَّ الفضل بیدِ اللہ یؤتیہ من یشاء ۔ عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محمودا

غلام احمد قادیانی

نمبر ۸۳۵ رجسٹرڈ ایل

تار کا پتہ الفضل قادیان

THE ALFAZL
QADIAN

الفضل

اخبار ہفتہ میں تین بار

فی پرچہ تین پیسے

قادیان

ایڈیٹر غلام نبی

قیمت سالانہ پیشگی ۔ ششماہی ۔ سہ ماہی

جماعت احمدیہ کا مسلمہ آرگن جسے ۱۹۱۳ء میں حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح ثانی نے اپنی ادارت میں جاری فرمایا

جلد ۱۲	مورخہ ۱۱ اپریل ۱۹۲۵ء ۔ شنبہ ۔ مطابق ۱۶ رمضان ۱۳۴۳ھ	نمبر ۱۱۳

مدینۃ المسیح

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی صحت خدا کے فضل سے اچھی ہے ۔ حضور متواتر روزے رکھ رہے ہیں ۔ جن کا طبیعت پر کوئی ناگوار اثر نہیں ہوا ۔ بلکہ حضور نے فرمایا ۔ خاص قسم کی بشاشت حاصل ہوتی ہے ۔

حضرت اُم المومنین رضی اللہ عنہا کی صحت خدا کے فضل سے ترقی کر رہی ہے ۔ علاج جاری ہے ۔ احباب دعائے صحت کرتے رہیں ۔

معاصر فاروق کی اشاعت کچھ عرصہ سے ملتوی تھی احباب یہ سنکر خوش ہونگے ۔ کہ فاروق شائع ہونا شروع ہو گیا ہے ۔ احباب کو اس کی خریداری کی طرف توجہ کرنی چاہیئے ۔

لنڈن میں حکومت کابل کی سفاکی کے خلاف جلسہ

معزز اور سرکردہ اصحاب کی طرف سے صدائے احتجاج

اِس ہفتہ کی ولایتی ڈاک سے ہمیں اس ریزولیوشن کی نقل موصول ہوئی ہے ۔ جو لنڈن میں حکومت کابل کے متعلق احمدیوں کو سنگسار کرنے پر ایک جلسہ عام میں پاس کیا گیا ۔ اور جو امیر افغانستان ۔ امریکہ ۔ فرانس ۔ اٹلی ۔ جرمنی جاپان ۔ ٹرکی ۔ مصر اور ہندوستان کی حکومتوں کو بھی بھیجا گیا ۔ ریزولیوشن حسب ذیل ہے :۔

ہم جن کے ذیل میں دستخط ثبت ہیں ۔ اس اصل کے استحکام پر زور دیتے ہیں کہ ضمیر کی آزادی انسان کا پیدائشی حق ہے ۔ اور ہم افغان گورنمنٹ کے اس ناروا فعل پر جو دو اور احمدیوں کو محض اختلاف عقائد کی بناء پر سنگسار کرنے کی صورت میں اس سے سرزد ہوا سخت اظہار نفرت اور ناپسندیدگی کرتے ہیں ۔ اور امید کرتے ہیں کہ آیندہ افغان گورنمنٹ ایسے فعل کے ارتکاب کی اپنے آپ کو اجازت نہ دیگی ۔ جو مہذب دنیا کی نظروں میں نہایت ہی تباہ کن ہے ۔

(۱) دستخط آر ۔ اے ۔ نکلسن (ایم ۔ اے ۔ ڈی ۔ ایل آئی ٹی ۔ ایل ایل ۔ ڈی ۔ ایف ۔ بی ۔ اے ۔ پروفیسر کیمبرج)

(۲) ایچ ۔ جی ۔ ویلز ۔

(۳) دستخط (سر) اے کانن ڈائل (ایم ۔ ڈی ۔ ایل ایل ڈی)
(۴) " جی ۔ آر ۔ ایس میڈ ۔ (بی اے ۔ ایڈیٹر آف دی کویسٹ ۔ لنڈن)
(۵) " (سر) سڈنی لی ۔ (ایم اے ۔ ڈی لٹ ۔ ایل ایل ڈی) ۔ پروفیسر آف انگلش لنڈن)
(۶) " (سر) آلیور لاج ۔ (ایف ۔ آر ۔ ایس ڈی ایس سی ۔ ایل ایل ۔ ڈی)
(۷) " (کرنل سر) فرانسس ینگ ہسبینڈ ۔ (کے سی ۔ ایس ۔ آئی ۔ ایل ایل ڈی ۔ ڈی ۔ ایس سی)

صوبہ بنگال کے معزز اخبار مسلمان کی رائے سنی کانفرنس مراد آباد کے ریزولیوشن پر

اسلام کے سب سے بڑے دشمن خود مسلمان ہیں

صوبہ بنگال کا معزز انگریزی اخبار "مسلمان" جو کلکتہ سے ہفتہ میں تین بار شائع ہوتا ہے اور جو صوبہ بنگال کی تمام تعلیم یافتہ اور روشن خیال آبادی کی رائے کا آئینہ ہے ۔ اپنے ۳ اپریل کے پرچہ میں مراد آباد کی سنی کانفرنس کے ریزولیوشن کا ذکر کرتا ہوا لکھتا ہے :۔

"یہ خبر شائع ہوئی ہے کہ مراد آباد کی سنی کانفرنس نے اس رائے کا اظہار کیا ہے کہ کابل میں چند احمدیوں کا سنگسار کیا جانا ایک خالص مذہبی مسئلہ ہے ۔ لہذا اس کے خلاف کسی کی طرف سے کسی قسم کی کارروائی ہونا مذہبی دست اندازی سمجھی جائیگی ۔ ہمیں یہ خیال نہیں تھا کہ ہم مسلمان اس قدر گر چکے ہیں ۔ ہمیں تو اب یہ نظر آ رہا ہے ۔ کہ اس زمانہ میں اسلام کے سب سے بڑے دشمن خود مسلمان بن رہے ہیں ۔ کیونکہ کسی نے اسلام کو ایسی بھیانک صورت میں ظاہر نہیں کیا ۔ جس میں کہ ہم اسے ظاہر کر رہے ہیں "

سنی کانفرنس کے کارپردازوں کے علاوہ مولوی ظفر علیخان صاحب ایڈیٹر "زمیندار" اور دیوبندی وغیرہ مولویوں کو بھی مندرجہ بالا الفاظ خاص طور پر مطالعہ کرنے چاہئیں اور دیکھنا چاہیئے ۔ کہ احمدیوں کو مرتد قرار دیکر قتل کرنے کو اسلام کے رو سے جائز کہہ کر روشن خیال مسلمانوں کی نگاہ میں انہوں نے اسلام کی کیسی خدمت کی ہے ؟

کیا مولوی ظفر علیخان صاحب مباحثہ کیلئے تیار ہونگے ؟

اس عنوان سے سید دلاور شاہ صاحب سکرٹری تبلیغ جماعت احمدیہ لاہور نے ایک تازہ اشتہار شائع کیا ہے ۔ جو ہمارے پاس ایسے وقت میں پہنچا ۔ جبکہ اس پرچہ میں درج نہیں کیا جا سکا ۔ چونکہ آئندہ پرچہ میں ہم اسے شائع کر سکینگے اسلئے نفس مضمون کے متعلق اتنا کہنا کافی سمجھتے ہیں کہ پہلے چیلنج کے جواب میں جو قتل مرتد کے مسئلہ پر بحث کے لئے دیا گیا تھا ۔ زمیندار نے راہ فرار اختیار کرنے کے لئے جو کچھ لکھا ۔ اس کا نہایت زبردست اور دندان شکن جواب ہے ۔ پہلے اشتہار کے متعلق لکھا گیا تھا کہ جو جماعتیں تقسیم کرنا چاہیں ۔ وہ سید صاحب موصوف سے منگوا لیں ۔ لیکن منگوانے والے اصحاب کے آرڈر چونکہ انہیں دیر کے بعد ملے اس لئے انہوں نے تعمیل مناسب نہ سمجھی ۔ اب جو اصحاب اشتہار منگوانا چاہیں ۔ وہ چھوٹا اشتہار ایک روپیہ سینکڑہ اور بڑا دو روپے سینکڑہ کے حساب سے جلدی منگوا لیں ۔

تحریک برائے "مسلم سن رائز"

"مسلم سن رائز" کچھ عرصہ سے شائع نہیں ہو سکا جس کی بڑی وجہ قلت فنڈز ہے ۔ بہت سے دوستوں بلکہ دشمنوں کی زبانی معلوم ہوا ہے ۔ کہ مسلم سن رائز عمدہ کام کر رہا ہے عیسائی حلقوں میں بھی اس کے مضامین کو بہت گہری دلچسپی سے پڑھا جاتا ہے ۔ اور عیسائی مشنری اس سے فکرمند بھی ہو رہے ہیں ۔ چنانچہ ڈاکٹر زویمر مشہور پادری جگہ جگہ اس ملک میں اس کا حوالہ دیکر عیسائیوں کو جگا رہا ہے اور کہتا ہے کہ دشمن گھر میں آ گیا ہے ۔ اس وقت بہت ہوشیاری سے کام لینا چاہیئے ۔ مسلم سن رائز کے مضامین کو دوسرے اخبار بھی شائع کر رہے ہیں ۔ اس لئے ہمدردان اسلام سے درخواست ہے کہ وہ اس طرف توجہ کریں ۲ دو ہزار خریدار قیمت ادا کرنے والا ہو تب یہ رسالہ چل سکتا ہے ۔ میرے پاس اگر کچھ بھی پیسہ ہوتا ۔ تو میں اسکو چلائے رکھتا ۔ میں خریداری کو ہی اعانت سمجھتا ہوں ۔ میرے پاس اتنی وسعت نہیں کہ میں فرداً فرداً خریداری کے لئے تحریک کروں ۔ اس کے لئے ایک دفتر کی ضرورت ہے ۔ اس لئے میں دوستوں کی خدمت میں اپیل کرتا ہوں ۔ کہ مجھے ۲ دو ہزار کی قیمت ضرور مہیا کر دیں ۔ اس زمانہ میں مشن بغیر اخبار کے کچھ کام نہیں کر سکتا ۔ اخبار وہاں پہنچ سکتا ہے جہاں مشنری کا وہم بھی نہیں جا سکتا ۔ اگر یہ اخبار بند ہو گیا تو نہ صرف اس کا اس مشن کو نقصان ہوگا ۔ بلکہ علاوہ میری شامت اعمالی کے جماعت بھی اس کوتاہی کی ذمہ دار سمجھی جائیگی ۔ اس وقت تک جس قدر انگریزی اسلامی رسالے شائع ہوئے ہیں ۔ ان سب میں سے زیادہ اثر مسلم سن رائز کا رہا ہے ۔ اس بات کو ضرور مدنظر رکھ لیا جاوے والسلام

خاکسار محمد دین

تمام ترسیل زر بنام مسلم سن رائز

4448 Wabash ave
Chicago. Ill. U. S. A.

ہر قسم کے نوٹ چک ۔ ڈرافٹ ۔ ہنڈی ۔ منی آرڈر چل سکتے ہیں ۔ محمد دین ۔

ریویو

کاشف الاسرار یعنی بہائیت کا آئینہ

اسی نام کا ایک رسالہ پچاس صفحہ حجم کا انجمن تبلیغ اسلام رنگون نے فرقہ بابیہ و بہائیہ کی تردید میں اپنے خرچ سے چھپوا کر لوگوں میں مفت تقسیم کیا ہے ۔ تاکہ رنگون کے مسلمانوں کو اس فرقہ کے عقائد و حالات سے اطلاع ہو ۔ کیونکہ اس فرقہ کے جو چند نفوس رنگون میں پائے جاتے ہیں ۔ وہ بھی اسی طرح منافقانہ طور پر اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کر کے آہستہ آہستہ بعض سادہ لوحوں کے دین و ایمان کو خراب کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں ۔ جس طرح کہ اس فرقہ کے لوگوں کا طریق ہے اس رسالہ میں فرقہ بہائیہ کے متعلق بہت سے صحیح معلومات جمع کرنے میں جو کوشش اس کے مصنف مولوی ابراہیم صاحب نابت متعلم بی اے کلاس یونیورسٹی کالج رنگون نے باوجود طالب علم ہونے کے کی ہے ۔ وہ بہت لائق تحسین ہے ۔ اگرچہ اس میں بعض فروگذاشتیں بھی ہوئی ہیں ۔ جو ممکن ہے کہ کتابت کی غلطیاں ہوں یا ترجمہ کی ۔ مثلاً میرزا حسین علی (بہاء اللہ) کی بجائے کئی جگہ مرزا محمد علی (بہاء اللہ) لکھا گیا ہے ۔

راقم رسالہ ہذا بھی اس بات کے سخت شاکی ہیں کہ بہائی لوگ اپنی کتابیں غیر بہائیوں کو نہیں دکھلاتے ۔ اور انہوں نے کتاب بیان اور کتاب اقدس کے پیش کرنے کے لئے وہاں کے بہائیوں کو بہت کچھ اکسایا ہے ۔ رسالہ کے آخر میں درج ہے کہ محصولڈاک کے ٹکٹ بھیج کر یہ رسالہ انجمن تبلیغ اسلام مرچنٹ اسٹریٹ رنگون سے مفت

بسم اللہ الرحمن الرحیم
الفضل
قادیان دار الامان - ۱۱- اپریل ۱۹۲۵ء

لالہ ہردیال صاحب ایم اے اور مُسلمانانِ ہند

مختلف ہندو جرائد پنجاب میں ہندو سنگٹھن اور ہندو سوراجیہ کی اہمیت وضرورت پر ایک مضمون لالہ ہردیال صاحب ایم اے مقیم سویڈن کی طرف سے شائع ہوا ہے۔ جس میں انہوں نے حصول سوراج کے مختلف ذرائع اور نتائج پر بحث کرتے ہوئے اسبات پر خاص زور دیا ہے۔ کہ جب تک ہندو غیر اقوام ہند۔ خصوصاً مسلمانوں کے اخراج ہندوستان یا بذریعہ شدھی ہندو ازم میں بکلی بھسم کر لینے میں کامیاب نہ ہونگے۔ تب تک ہندو قوم کسی ترقی یا فلاح کی ہرگز توقع نہیں رکھ سکتی۔ مستقل حریت اور پائدار آزادی اس کو اسی وقت حاصل ہوسکتی ہے۔ جب وہ حصول سوراج کی مساعی میں مسلمانوں کے اشتراک عمل سے قطعی دور رہے۔ اور ہندو مسلم اتحاد کا سوال تبھی حل ہوسکتا ہے۔ جب مسلمان اور عیسائی اپنے تمام قومی رسومات کو خیر باد کہہ کر ہندوؤں کے ساتھ شامل ہوجائیں جیسا کہ ان کے مضمون کے حسب ذیل اقتباسات سے ظاہر ہے۔ وہ لکھتے ہیں:۔

(۱) "مسلمانوں سے دلی اتحاد کی امید رکھنا حماقت ہے۔ اگر ہندو مسلمان مل کر کام کرسکتے ہیں۔ تو صرف اس طرح ممکن ہے۔ جیسا آج کل ہندو ریاستوں میں دیکھتے ہیں یا جیسا مہاراجہ رنجیت سنگھ کے زمانہ کا حال تھا یعنی ریاست ہندوؤں کی ہو۔ اور مسلمان وہاں آباد ہوں۔ لیکن ریاست مسلمان نہیں ہوسکتی۔ اور ہندو مسلمانوں کی مشترکہ ریاست بھی نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ ہر ریاست قومی رواجوں قومی زبان اور قومی تاریخ پر مبنی ہے۔"

(۲) "ہم شروع میں صرف ایسی ریاست بنانا چاہتے ہیں جیسی آج کل کشمیر یا بڑودہ ہے۔ ہم ایسی ریاست بنانے کے لئے قربانی نہیں کرتے جیسی بہاولپور یا حیدر آباد ہے۔"

(۳) "مسلمان اور عیسائی پہلے شدھی کے ذریعہ سے ہندو قومی تہواروں اور رواجوں کو اختیار کریں۔ پھر اتفاق کا سوال حل ہوجائیگا۔ مسلمان اور عیسائی اپنے بدیسی نام اور رسوم بدلیں۔ اور ہندو بنیں۔ یہی اتحاد کا ذریعہ ہے۔ ہندو سنگٹھن کا یہ اصول ہونا چاہئے۔ "ہندو سوراجیہ اور شدھی" جب تک پنجاب اور ہندوستان ان بدیشی مذہبوں سے پاک نہیں ہونگے۔ تب تک ہمیں کبھی چین سے سونا نہیں ملیگا۔ پس پکار کر کہو "شدھ بھارت" "شدھ پنجاب"۔ یہی ہمارا نصب العین ہے۔ جو ہندو اس نصب العین کو نہیں مانتا۔ وہ کپوت ہے۔ بیجان ہے مُردہ دل ہے۔ بے سمجھ ہے۔ ہر سچے ہندو کی یہ دلی خواہش ہے کہ اپنے دیش کو اسلام اور عیسائیت سے پاک کردے اس مقصد کے لئے ہم اپنے بچوں کی قربانی بھی دینگے جیسے گرو نے اپنے چاروں بیٹے قربان کر دیئے تھے۔ یاد رکھو کہ بڑے مقصد کے لئے بڑا نصب العین ہوتا ہے آؤ اب ہندو سوراجیہ اور شدھ پنجاب کے نعرے سے اپنے بھائیوں کو ایک جھنڈے تلے جمع کریں۔ اور انہیں دولت اور جان کی قربانی دینے کے قابل بنا دیں۔"

(۴) "پنجاب اور ہندوستان میں دو قومیں ہرگز نہیں رہ سکتیں یا سب ہندو اسلام قبول کرلو۔ یا سب مسلمانوں کو شدھی کے ذریعہ سے ہندو بنا لو۔ یہی اس سوال کا حل ہے مذہب اسلام ایک انوکھی چیز ہے۔ مسلمان کسی ملک میں دوسری قوموں کے ساتھ شریک نہیں ہوسکتے۔ اتفاق اور امن کے لئے یہ ضروری ہے کہ یا صرف اسلام ہو یا اسلام بالکل نہ ہو۔"

(۵) "ہمیں مسلمانوں سے اتحاد کی کوشش ترک کردینی چاہیئے اور شدھ بھارت کا نعرہ بلند کرنا چاہیئے۔ اب تو ذاتی طور پر شدھی کرنی چاہیئے۔ سوراجیہ ملنے پر ریاست کی مدد سے شدھی کی تحریک کو ترقی دینی ہوگی۔ میرا مطلب نہیں ہے کہ جبراً مسلمانوں کو ہندو بنایا جائے۔ بلکہ میری مراد یہ ہے۔ کہ ریاست کو روپیہ سے شدھی پرچار کو وسیع کرنا ہوگا۔"

(۶) "عاقل مدبر جانتے ہیں۔ کہ جب کوئی ریاست ایک بڑے فرقہ یا قوم کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ تو زبردستی کرنے کے علاوہ ہزاروں دیگر نرم طریقے ایسے ہیں۔ جن سے ایک چھوٹا فرقہ جلد ریاست کے بڑے فرقہ کے ساتھ خود بخود آملتا ہے۔ مگر پہلی شرط یہ ہے۔ کہ حکومت اپنی ہو۔ پس پہلے ہندو سوراجیہ لو۔ پھر سب مسلمانوں کی شدھی آسانی سے ہوجائیگی۔"

(۷) "ہندو بھائیو! یا تم خود مسلمان بن جاؤ یا پہلے سوراجیہ لیکر پھر مسلمانوں کو ہندو بناؤ۔ اگر ان دونوں میں سے کچھ بھی نہیں کرسکتے۔ تو سندھ۔ جہلم۔ چناب۔ راوی۔ بیاس اور ستلج کے پانی میں ڈوب مرو۔ یہی تیسرا راستہ ہے۔

(۸) سب ہندو اور پنجابی ہوں۔ خواہ ان کا کچھ ہی پنتھ سماج یا فرقہ ہو۔ یہ رشیوں اور گوروؤں کے ملک کا نصب العین ہونا چاہیئے۔ اور اسی سے تم میں طاقت اور زور آئیگا اور اسی سے تمہاری تکالیف اور دکھ دور ہونگے۔"

(اخبار سنجات ۳۰ مارچ)

یہ ایسے خیالات ہیں۔ جن پر مسلمانوں کو نہایت ٹھنڈے دل اور اطمینان قلب کے ساتھ غور و فکر کرنا چاہیئے تھا۔ لیکن افسوس جیسا کہ ہر معاملہ میں مسلمانوں کی عادت ہے۔ کہ وہ دوربینی اور عاقبت اندیشی کو بالکل ترک کردیتے ہیں۔ اسی طرح اس موقعہ پر بھی انہوں نے کیا ہے۔ اور بجائے اس کے کہ اس مضمون پر سنجیدگی کے ساتھ رائے زنی کرتے۔ اور مسلمانوں کو اس خطرہ کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار کرنے کی کوشش کرتے۔ بیہودہ شور مچانا شروع کردیا ہے۔ چنانچہ اخبار "زمیندار" (یکم اپریل) نے اس کے متعلق اظہار رائے کرتے ہوئے جس متانت اور تدبر کا ثبوت دیا ہے۔ وہ اس کے حسب ذیل الفاظ سے ظاہر ہے:۔

لکھتا ہے:۔

"وہ (لالہ ہردیال) سالہا سال کے بعد انگریزوں کی دوستی ہوا خواہی یا بدرجہ اقل ثناخوانی کا دم بھرنے لگے۔ غالباً ۱۹۱۸ء میں یا ۱۹۱۹ء میں مدراس کے مشہور اخبار جسٹس میں ان کے جو مضامین نکلے تھے۔ وہ اس حقیقت کا ایک قاطع ثبوت ہیں۔ اسوقت عام طور پر یہ خیال کیا جاتا تھا کہ جنگ عظیم میں دول متحدہ کی کامیابی کے باعث بیرونی مساعی کے ذریعہ سے آزادی ہند کی تمام توقعات خاک میں مل گئیں۔ اسی وجہ سے لالہ ہردیال مایوس ہو چکے ہیں اور اب ہندوستان واپس آنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ ایک صاحب نے جو دوران قیام یورپ میں ان سے مل چکے تھے غالباً جسٹس ہی میں ایک مضمون شائع کرایا تھا۔ جس کا مفاد یہ تھا کہ لالہ ہردیال ہندوستان آنے کے لئے بے حد مضطرب ہیں۔ ہندوستان میں قومی تحریک زوروں پر شروع ہوئی۔ اور وطنی آزادی کا سمندر یکایک ایک ہنگامہ خیز تلاطم کی جولانگاہ بن گیا۔ اس اثناء میں لالہ ہردیال بالکل خاموش رہے۔ اب ان کی مہر سکوت پھر ٹوٹی ہے۔ اور لاہور کے ایک متعصب سماجی اخبار میں ان کے دو مضامین شائع ہوئے ہیں۔ جو ازسرتاپا حب وطن کے دامن پر ایک بدنما داغ۔ آزادی ہند کے ساتھ کھلی ہوئی عداوت بلکہ ہردیال کے دماغی تنزل اور ذہنی تسفل کا ایک نہایت المناک ثبوت ہیں۔ ہمیں لالہ ہردیال کے خلوص اور گذشتہ

قربانیوں کا آج بھی تہِ دل سے اعتراف ہے۔ لیکن یہ بھی امر واقعہ ہے۔ کہ وہ بے حد ذکی الحس اور مغلوب الجذبات ہیں۔ اور اس مسلمہ اصول کے مطابق کہ نادر الوجود دماغی قابلیت کے انسانوں اور مجنونوں میں بہت ہی خفیف اور موہوم سا فرق ہوتا ہے۔ ان کا دفعتہً مجذوبیت پر اُتر آنا بھی چنداں تعجب خیز نہیں ہے "

پھر لکھا ہے :۔

"جس شخص کے دماغ کو عقل و دانش اور فہم و تدبّر سے کچھ بھی مناسبت ہے۔ وہ بلا تامّل اسے مجنونانہ خیال اور مجذوبانہ بڑ قرار دیگا۔ اور اگر لالہ ہردیال کا دماغ بجالت موجودہ صحت و درستی کی دولت سے بکلی محروم نہیں ہے تو ان پر خود بخود ادنیٰ سے تامّل و فکر سے اس مرتبع تجاویز کی ناکامی و نامرادی آشکارا ہو سکتی ہے کاش! انہیں اتحادِ ہندو مسلم کی تباہی کے اسباب معلوم ہوتے۔ وہ اس حقیقت سے واقف ہوتے کہ ہندوستان کی خوش قسمتی اور سعد بختی کی توقعات کو یہی جذبہ عناد اسلام خاک میں ملا چکا ہے۔ جس کا اظہار آج لالہ ہردیال کی زبان سے ہو رہا ہے "

اسی طرح اخبار مدینہ (۲۵ مارچ) لکھتا ہے :۔

" لالہ ہردیال ایم اے ان لوگوں میں سے ہیں۔ جن کے دل میں طالب علمی کے زمانہ ہی سے آزادی و حبِ وطن کے جذبات موجزن ہیں۔ چنانچہ لالہ صاحب اس جرم کی پاداش میں ہندوستان سے جلاوطن ہو کر بے وطنی و کس مپرسی میں زندگی بسر کر رہے ہیں۔ ان کی زندگی کے گذشتہ کارنامے اس قابل ہیں کہ ہر ہندوستانی ان پر فخر کرے۔ لیکن نہایت افسوس کا مقام ہے کہ کچھ عرصہ سے انکے خیالات و عمل میں انقلاب عظیم پیدا ہو رہا ہے۔ اور اس انقلاب کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ آپ جلاوطنی کی زندگی سے تنگ آگر اب کوئی ایسی صورت اختیار کرنا چاہتے ہیں۔ جس سے خاکِ پاک ہندوستان میں قدم رکھنے کی اجازت مل جائے۔ چنانچہ دو تین سال سے ان کے چند مضامین ہندو اخباروں میں شائع ہوئے ہیں جنہیں دہی زہر بھرا ہوا ہے۔ جو حکومت ہند کا عین منشاء ہے۔ اور اسکے مفاد کے عین مطابق ہے۔ یعنی ہندو مسلم نفاق ممکن ہے کسی روز لالہ صاحب کی یہ عجیب و غریب اور سوفسطائیت آمیز تحریریں ہندوستان کی حکومت کے دل میں رحم ڈالدیں۔ اور وہ اپنے اصل اصولِ حکومت "پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو" کا فائدہ دیکھتے ہوئے انہیں داخلہ ہند کی اجازت دیدے "

قبل اسکے کہ ہم لالہ ہردیال صاحب کے خیالات کے متعلق اپنی رائے ظاہر کریں۔ ناظرین کرام کو مسلمانوں کے سرکردہ اور ذمہ وار اخبارات کے مندرجہ بالا الفاظ کی طرف توجہ دلانا چاہتے ہیں۔ جو ہم نے بطور نمونہ نقل کئے ہیں۔ ورنہ لالہ صاحب موصوف کو مخاطب کر کے انہوں نے جو کچھ بھی لکھا ہے۔ وہ سب اسی رنگ اور اسی لہجہ میں لکھا ہے۔

ان سطور کو پڑھکر ہر ایک شخص فوراً یہ کہنے پر مجبور ہوگا کہ ان میں سوائے درشت کلامی اور طعنہ زنی کے اور کچھ نہیں ہے کوئی سنجیدہ بات کوئی متین جواب۔ کوئی ٹھوس تجویز۔ کوئی موثر تدبیر نہیں بتائی گئی۔ لیکن ان کے مقابلہ میں لالہ جی کا مضمون پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جو مقصد اور مدّعا ان کے مدنظر ہے اسے نہایت وضاحت کے ساتھ پُرزور الفاظ میں اور موثر طریق سے انہوں نے بیان کیا ہے۔ یہ تفاوت یہ فرق اور یہ امتیاز کیوں؟ محض اسلئے کہ مسلمان اپنی کمزوری اپنی بے کسی اور اپنی کم ہمتی سے خود واقف ہیں۔ اور جس طرح وہ ہر مصیبت کے وقت چاہتے ہیں۔ کہ محض شور [illegible] سے ٹالدیں۔ اسی طرح اس موقعہ پر بھی انہوں نے لالہ جی کی ٹھوس۔ سنجیدہ اور زبردست تجاویز اور ہدایات کے مقابلہ میں محض طعنہ زنی اور درشت کلامی سے کام لیا ہے۔ ورنہ اگر ان میں اسلامی حمیت اور غیرت کا ایک شائبہ بھی پایا جاتا۔ انہیں اسلام کی صداقت اور حقانیت پر ایک ذرہ بھی یقین ہوتا۔ اور وہ اسلام کی طاقت اور قوت سے واقف ہوتے۔ تو لالہ جی کے اس دل ہلا دینے والے مضمون کے مقابلہ میں یہ روش اختیار نہ کرتے۔ بلکہ ان سے بھی بہت زیادہ پُرزور اور موثر الفاظ میں مسلمانوں کو وہی نصیحت کرتے۔ جو لالہ جی نے ہندوؤں کو کی ہے۔

ہم نہیں سمجھ سکتے۔ لالہ جی کے ان مضامین پر جن کا خلاصہ ہم انہیں کے الفاظ میں اُوپر نقل کر چکے ہیں۔ اور جنمیں انہوں نے ہندوؤں کو یہ تلقین کی ہے۔ کہ وہ تمام مسلمانوں اور عیسائیوں کو ہندو بنائیں۔ اسقدر غیظ و غضب کیوں ظاہر کیا جا رہا ہے اور کیوں ان کے خلاف بیحد افسوسناک الفاظ استعمال کئے جا رہے ہیں۔ ہم پوچھتے ہیں۔ کیا اسلام نے ہر ایک مسلمان کا یہ فرض قرار دیا ہے یا نہیں؟ کہ وہ دیگر مذاہب کے لوگوں کو اسلام کا حلقہ بگوش بنائے۔ اور کیا اسلام یہ تلقین کرتا ہے یا نہیں؟ کہ تمام دنیا کو اسلامی جھنڈے کے نیچے لے آؤ۔ اگر کرتا ہے تو لالہ ہردیال صاحب ہندوؤں کو یہ کہنے سے کیوں مجرم ہو گئے۔ کہ ہندوستان کے تمام غیر ہندوؤں کو ہندو بنا لو۔ اسلام اگر یہ کہے۔ کہ تمام روئے زمین پر کسی غیر مسلم کو نہ رہنے دو۔ اور سب کو مسلمان بنالو۔ تو کوئی حرج نہ ہو۔ لیکن بیچارے لالہ جی اگر صرف ہندوستان کے سب لوگوں کو ہندو بنانے کی تجویز پیش کریں۔ تو گشتنی اور گردن زدنی ٹھہریں۔

کوئی بھی معقول پسند انسان اس منطق کو سمجھنے کے لئے تیار نہیں۔ ہاں اگر مسلمان اس دعویٰ سے دست بردار ہو جائیں کہ اسلام تمام دُنیا کے لئے ہے۔ اور یہ کہدیں کہ دنیا میں اسلام کی تبلیغ کرنا کسی مسلمان کا کام نہیں ہے۔ تب بیشک وہ دیگر مذاہب کی اشاعت پر بُرا منا سکتے ہیں۔ لیکن موجودہ صورت میں ان کا لالہ ہردیال صاحب کو اس لئے کوسنا کہ انہوں نے ہندوؤں کو اپنے مذہب کی اشاعت کی طرف کیوں توجہ دلائی ہے۔ نہایت ہی بیہودہ ہے۔ مگر بات یہ ہے مسلمان اپنی دون ہمتی اور بیچارگی کی وجہ سے چونکہ عملی طور پر اس دعویٰ کو ترک کر چکے ہیں۔ کہ اسلام تمام دُنیا کے لئے ہے۔ اور خود اسلام سے ناواقف ہونے کی وجہ سے مدّت ہوئی اشاعت اسلام سے بیزار ہو چکے ہیں۔ اس لئے وہ چاہتے ہیں۔ کوئی اور قوم بھی اپنے مذہب کی اشاعت نہ کرے۔ اور اگر کرنا چاہے تو وہ کوؤں کی طرح کائیں کائیں کر کے اسے روک دیں۔ ورنہ اگر یہ حالت نہ ہوتی۔ تو آج لالہ ہردیال صاحب کے مضمون کے جواب میں زمیندار اور مدینہ مسلمانان ہند کے قائم مقام بن کر یہ روش اختیار نہ کرتے۔ بلکہ ان کے مضمون سے بھی زیادہ پُرزور طریق سے مُسلمانوں کو اشاعت اسلام کی طرف توجہ دلاتے۔ اور پھر اس کام کو عملی طور پر کر کے دکھا بھی دیتے۔ مگر یہ سعادت ان لوگوں کو کہاں نصیب ہو سکتی ہے جنھوں نے خدا تعالیٰ کے برگزیدہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جو اسلام کو زندہ کرنے اور دنیا میں پھیلانے کے لئے آیا۔ قبول نہ کیا۔ یہ فخر اور یہ سعادت صرف انہی لوگوں کو نصیب ہو رہا ہے۔ اور ہوگا۔ جو حضرت مرزا صاحب کی جماعت میں داخل ہونگے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمیں لالہ ہردیال صاحب کے مضامین کے متعلق نہ کوئی غصہ ہے اور نہ غم۔ نہ ہم انہیں بُرا بھلا کہنا چاہتے ہیں۔ اور نہ جھوٹے سچے طعنے دیتے ہیں۔ بلکہ جو کچھ انہوں نے کہا۔ اس میں تھوڑا سا تغیر مگر دراصل بہت سا اضافہ کر کے کہتے ہیں کہ لالہ صاحب نے تو ہندوؤں سے یہ کہا ہے کہ سوراجیہ حاصل کرنے اور اُسے قائم رکھنے کیلئے ہندوستان میں رہنے والے غیر ہندوؤں کو ہندو بنالو۔ مگر ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت کو یہ کہتے ہیں سوراجیہ کے لئے نہیں۔ بلکہ خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے صرف ہندوستان کے تمام غیر مسلموں کو نہیں۔ بلکہ ساری دُنیا کے غیر مسلموں کو مسلمان بنانا آپ کا فرض اولین ہے۔ اس فرض کی ادائگی میں اسوقت تک بھی جماعت احمدیہ نے جو کچھ کیا ہے وہ اسکی قدر و حیثیت سے بڑھکر ہے۔ اور آیندہ بھی انشاء اللہ وہ اس کیلئے ہر ایک قسم کی قربانی اسوقت تک کرتی رہیگی۔ جب تک تمام عالم پر اسلام ہی اسلام نہ پھیل جائے۔ اور آیندہ انشاء اللہ بعد دُنیا ...

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ جمعہ

فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہٖ

مورخہ ۳ر اپریل ۱۹۲۵ء

رمضان المبارک کے متعلق ہدایات

سورہ فاتحہ اور آیت صیام رمضان کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

ماہ رمضان کے فوائد

رمضان کا مہینہ اپنے اندر ایسے فوائد رکھتا ہے۔ اور وہ ایسی برکات اپنے ہمراہ لے کر آتا ہے۔ کہ ان برکتوں کے سمجھنے والے بہت بڑے فوائد حاصل کر سکتے ہیں*

تفاوت حسیات

لیکن تمام کے تمام لوگ ایک جیسے ایک مرتبہ اور ایک ہی حیثیت کے نہیں ہوتے۔ کئی لوگ تو ایسے ہوتے ہیں۔ جن کی حسیں بہت موٹی ہوتی ہیں۔ اور وہ اپنے احساسات کے بہت کند اور موٹا ہونے کی وجہ سے چیزوں کی ہیبت اور ان کے باریک در باریک اثرات پوری طرح محسوس نہیں کر سکتے اور کئی لوگ ایسے ہوتے ہیں۔ جن کی حسیں بہت تیز ہوتی ہیں۔ اور وہ اپنی تیزیٔ حس کی وجہ سے باریک در باریک حرکات کے اثرات کو بھی محسوس کر لیتے ہیں۔ اس وجہ سے تمام کے تمام انسانوں سے ہم یہ امید نہیں رکھ سکتے۔ کہ وہ ہر ایک چیز کے اثرات اور فوائد کو مساوی اور برابر محسوس کریں۔ کیونکہ جب ان کی حسیں مختلف ہیں تو وہ چیزوں کے اثرات کو یکساں کس طرح محسوس اور معلوم کر سکتے ہیں:-

عبادات کے اثرات کا احساس

اور جب احساسات کا ایسا اختلاف ہے۔ کہ بعض لوگ ایک چیز کے اثر کو اپنی حس کی تیزی کی وجہ سے محسوس کرتے ہیں۔ اور بعض اپنے احساسات کے کند اور موٹے ہونے کے باعث مادی چیزوں کے اثرات کو بھی نہیں محسوس کر سکتے یا کم محسوس کرتے ہیں۔ تو پھر تمام انسانوں سے یہ امید کس طرح کی جا سکتی ہے۔ کہ وہ عبادات کے اثرات کو بھی یکساں پوری طرح محسوس کریں*

مادی اشیاء کے اثرات کے احساس میں فرق

دنیا کی نہایت موٹی اور مادی چیزیں جن کے اثرات نہایت ظاہر اور نمایاں ہوتے ہیں۔ ان کو محسوس اور معلوم کرنے کے متعلق جب ہم بنی نوع انسان کے اختلاف تفاوت اور مدارج کو دیکھیں۔ تو حیرت آتی ہے۔ مثلاً ایک آدمی ہمیں اس قسم کا نظر آتا ہے جو ایک برفانی علاقہ سے گزرتا ہے۔ اور اس وقت گزرتا جب برف پڑ رہی ہے۔ بارش برس رہی اور ہوا تیز چل رہی ہے۔ مگر وہ اس برف باری اور بارش اور ہوا کی تیزی میں بھی ایک دن میں پندرہ پندرہ بیس بیس میل سفر کرتا چلا جاتا ہے۔ وہ ان حالات میں کوئی تکلیف محسوس نہیں کرتا۔ اور اگر اسے کچھ تکلیف محسوس ہوتی ہے۔ تو وہ زیادہ سے زیادہ یہ کرتا ہے۔ کہ برف کو کپڑوں اور ہاتھ پاؤں سے جھاڑ دیتا ہے۔ اور پھر بڑی بے پرواہی کے ساتھ چل پڑتا ہے۔ پھر ہمیں ایک ایسا آدمی بھی نظر آتا ہے۔ کہ جو اس برف میں بغیر بوٹ کے نہیں چل سکتا اس کے پاؤں میں ایسے بوٹ ہوں۔ جو برف کی سردی سے بچا سکیں تب وہ اس برف میں سفر کر سکتا ہے۔ پھر ایک تیسرا آدمی ہمیں ایسا نظر آتا ہے۔ کہ وہ بغیر موٹی جرابوں اور بوٹوں کے اس میں نہیں چل سکتا۔ پھر ایک ایسا آدمی ہمیں ایسا نظر آتا ہے۔ کہ وہ اس سردی اور برفانی علاقے میں موٹی جرابوں اور بوٹوں کے ساتھ بھی نہیں چل سکتا۔ جب تک کہ اس کے پاس کوئی گاڑی اور سواری کا انتظام نہ ہو۔ اسی طرح پھر ایسے لوگ بھی ہمیں نظر آتے ہیں۔ کہ جو سخت سردی کی گلیوں کی ہوا کو بھی برداشت نہیں کر سکتے۔ پھر ایسے لوگ بھی نظر آتے ہیں۔ کہ جو گھروں کے صحن میں نہیں بیٹھ سکتے۔ ان کو نہ گلیوں کی ہوا موافق آتی ہے۔ نہ گھروں کے صحنوں کی ہوا کو وہ برداشت کر سکتے ہیں۔ بلکہ وہ گھر کے کمرے میں آرام پاتے ہیں۔ پھر ایسے کمزور بھی ہوتے ہیں۔ کہ جو کمرے میں بھی بغیر آگ کے نہیں بیٹھ سکتے اور پھر ایسے بھی ہوتے ہیں۔ جن کی حس اس قدر باریک ہوتی ہے کہ وہ آگ سے بھی آرام نہیں پاتے۔ ان کو گرم کپڑوں اور بستر کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ مگر پھر بھی وہ گٹھیا وغیرہ شدید امراض میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ کیا ان مختلف احساس والے انسانوں کے اس اختلاف اور کھلے کھلے فرق کو دیکھ کر کہ ایک شخص تو برف کی بھی کچھ پرواہ نہیں کرتا۔ اور ایک بند کمرے میں آگ اور گرم کپڑوں اور بستر کی موجودگی میں بھی اس سردی سے دکھ پاتا ہے۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے۔ کہ ایک ہی علاقہ میں ان تمام قسم کے آدمیوں کے لئے الگ الگ سردیاں ہیں۔ نہیں۔ سردی ایک ہی ہے۔ فرق اگر ہے۔ تو احساسات کا فرق ہے۔ کہ ایک تو تیز ہوا اور سردی کی کچھ پرواہ نہیں کرتا۔ اور اس کو کوئی تکلیف محسوس نہیں ہوتی۔ مگر ایک اس سردی میں گرم کپڑوں اور آگ سے بھی آرام نہیں پاتا۔ اسی طرح ایک وہ ہے۔ جو سخت گرمی میں جس وقت تیز لو چل رہی ہو۔ اور تمازت آفتاب سے بدن جھلسے جاتے ہوں۔ ننگے پاؤں ننگا تاہو ابلکہ سر پر بوجھ اٹھائے ہوئے مزے کے ساتھ چلا جاتا ہے۔ مگر ایک وہ ہوتا ہے۔ کہ گھر میں بیٹھا ہوا ہے۔ کمرہ چھڑکاؤ وغیرہ کر کے سرد کیا ہوا ہے۔ برف کا ٹھنڈا پانی اور شربت موجود ہے۔ اور خس کی ٹٹیاں بھی لگی ہوئی ہیں۔ مگر پھر بھی وہ ہائے ہائے اور اُف اُف کر رہا ہوتا ہے۔ لیکن کیا کوئی کہہ سکتا ہے۔ کہ ان دونوں کے لئے الگ الگ گرمی پڑ رہی ہے۔ نہیں۔ گرمی تو ایک ہی ہے۔ ہاں دونوں کے احساسات میں بہت بڑا فرق ہے۔ ایک کی حس تو اتنی کمزور ہے۔ کہ شدید سے شدید مشقت اور محنت کی بھی اسے ایسی گرمی میں کچھ پرواہ نہیں۔ اور نہ ایک کی حس اتنی تیز ہے۔ کہ وہ پنکھے اور برف کے پانی اور کمرے کو چھڑکاؤ وغیرہ سے سرد کر کے بھی تڑپتا۔ اور بے چین ہوتا ہے۔ یہ تو ایک حس کا ذکر ہے۔ اور انسان میں کئی حسیں ہیں۔ ایک سونگھنے کی حس ہے۔ اس کے متعلق بھی دیکھو۔ کس قدر فرق ہے۔ ایک تو وہ لوگ ہوتے ہیں۔ جن کی ناک کی حس اس قدر تیز ہوتی ہے۔ کہ وہ باریک در باریک اور خفیف سے خفیف بُو اور خوشبو کو محسوس کر لیتے ہیں۔ اور میں تو کہوں گا۔ ان کی اس حس کی تیزی ہی ان کی بہت سی بیماریوں کا موجب ہو جاتی ہے۔ میرا اپنا ہی یہ حال ہے۔ کہ میری ناک کی حس اس قدر تیز ہے۔ کہ بعض وقت میری بیماری کا موجب ہو جاتی ہے۔ میری یہ حس اس قدر تیز ہے۔ کہ میں بھینس کا دودھ سونگھ کر بتا سکتا ہوں۔ کہ بھینس نے کیا کیا چارہ کھایا ہے لیکن ایک وہ لوگ ہوتے ہیں۔ کہ خطرناک سے خطرناک بُو والی گیس کی بُو سے بھی ذرا متاثر نہیں ہوتے بلکہ اس سے راحت محسوس کرتے ہیں*

بدبودار اشیاء کا عدم احساس

ایک شخص نے ایک طالب علم کا مجھ سے ذکر کیا۔ کہ کالج میں اس کو ایک ایسی گیس سے جس کی بو تمام گیسوں سے بُری تھی۔ ایسی مناسبت پیدا ہو گئی تھی۔ کہ ایک روز میں نے دیکھا۔ کہ وہ اس گیس کی نلکی کھول کر اپنی ناک کے ساتھ لگا کر لیٹا ہوا تھا۔ اسی طرح ہمارے پاس ایک ملازم تھا۔ اسے مٹی کے تیل کی بھی بو نہیں آتی تھی۔ وہ کہتا تھا۔ لوگ یونہی کہتے ہیں کہ اس میں بو ہوتی ہے۔ میں تو اس کو پی بھی جاتا ہوں۔ وہ بعض وقت دال میں بھی ڈال لیا کرتا تھا۔ میں نے دیکھا ہے۔ بعض لوگ یہ دیکھنے کے لئے کہ وہ کس طرح تیل پیتا ہے۔ اسے پیسے دے کر تیل پلایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ کسی نے اس کو کہا (ہیرا دیہ اسی کا نام تھا) اگر تو مٹی کے تیل کی بوتل پی جاوے۔ تو میں تجھے آٹھ آنے دوں گا۔ چنانچہ وہ پی گیا۔ اب یہ حسوں کا ہی فرق ہے کہ ایک تو خفیف سی خفیف بو کو بھی محسوس کرتا ہے۔ اور ایک کو مٹی کے تیل کی بو کا بھی کچھ احساس نہیں ہوتا۔ ایک میرے جیسا آدمی جو دودھ سونگھ کر یہ معلوم کر لیتا ہے۔ کہ بھینس نے کیا چارہ کھایا۔ اور ایک دوسرا ہے۔ جو سخت بدبودار گیس کی نلکی کھول کر اپنی ناک سے لگا کر کچھ بدبو محسوس نہیں کرتا۔ بلکہ اس کو فرحت اور خوشی حاصل ہوتی ہے۔

روحانی امور کے اثرات

جب اتنا فرق ان مادی امور میں پایا جاتا ہے۔ تو کیسے ناممکن ہے وہ-

لوگ جو یہ کہتے ہیں۔ کہ روحانی امور کے اثرات چونکہ ہمیں معلوم نہیں ہوتے۔ اس لئے ان کا کوئی فائدہ اور اثر نہیں۔ وہ کس طرح کہہ سکتے ہیں۔ کہ نماز کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ یا روزے کا کوئی اثر نہیں محسوس کرتے۔ تو یہ کیسے معلوم ہو گیا۔ کہ واقعہ میں بھی نماز اور روزے کا کوئی اثر نہیں۔ اس کے تو محض یہ معنے ہیں کہ ان کی روحانی حس ایسی کمزور ہے۔ کہ وہ نماز اور روزے کے اثر کو محسوس نہیں کر سکتے۔ کیا پیرے کے یہ کہنے سے کہ مٹی کے تیل میں مجھے کوئی بو نہیں آتی مٹی کے تیل میں بو نہیں رہتی۔ یا اس کی اس شہادت سے کوئی تسلیم کر سکتا ہے۔ کہ واقعہ میں مٹی کے تیل میں کوئی بو نہیں اسیطرح کیا وہ شخص جو نہایت خطرناک بو والی گیس کی نلکی ناک سے لگا لیتا۔ اور کہتا اس میں کوئی بو نہیں۔ اس کی اس شہادت سے کوئی یہ تسلیم کر سکتا ہے۔ کہ واقعہ میں اس گیس میں کوئی بو نہیں۔ اسی طرح کیا وہ شخص جو سخت تیز دھوپ میں من یا ڈیرہ من بوجھ اٹھائے ہوئے مزے کے ساتھ گاتا ہوا چلا جاتا ہے۔ اس کی اس حالت سے کوئی یہ اندازہ لگا سکتا ہے۔ کہ دھوپ میں گرمی نہیں رہی۔ یا وہ شخص جو سخت سردی اور برف میں سفر کرتا ہے۔ اور وہ اس سردی کو کچھ محسوس نہیں کرتا۔ اس کی اس حالت کو دیکھ کر کوئی یہ کہہ سکتا ہے۔ کہ اس کو چونکہ سردی محسوس نہیں ہوتی۔ اس لئے اس سردی اور برف کا کوئی اثر ہی نہیں۔ ایسی حالت میں ہمیں یہ دیکھنا ہو گا۔ کہ جن کی حسیں باریک اور تیز ہیں۔ کیا وہ بھی ایسی سردی یا گرمی یا بو کو محسوس کرتے ہیں یا نہیں۔ اگر ایسے لوگ موجود ہوں۔ اور بکثرت موجود ہوں۔ تو پھر ان اشیاء کے اثر سے ہرگز انکار نہیں کیا جا سکتا ؛

روحانی امور کے اثرات محسوس کرنے والے

اسی طرح روحانی امور میں بھی ہمیں ان لوگوں کو دیکھنا چاہیئے۔ جن کی روحانی حسیں تیز ہیں۔ اور وہ روحانی امور کے اثرات کو محسوس کرنے کے اہل ہیں۔ اگر ایسے لوگ بکثرت پائے جائیں۔ جو نماز اور روزہ کے اثرات کو محسوس کریں۔ اور وہ ان کے اثرات کی شہادت اور گواہی دیں تو پھر ان دوسرے لوگوں کو جن کی حسیں موٹی ہیں۔ روحانی امور کے اثرات کو ماننا اور تسلیم کرنا پڑے گا۔ اور خواہ ان کو ان کے اثرات محسوس نہ بھی ہوں۔ تو بھی ان کے لئے انکار کی گنجائش نہیں ؛

تل کھانے کی مثال

حضرت مسیح موعود فرماتے تھے کسی شہر میں چند شہری آپس میں ذکر کر رہے تھے۔ کہ تل بہت گرم ہوتے ہیں۔ ایک پاؤ تل کوئی نہیں کھا سکتا۔ اگر کھائے تو فوراً بیمار ہو جائے۔ یہ ہو نہیں سکتا کہ کوئی پاؤ بھر تل کھائے۔ اور بیمار نہ ہو جائے۔ اسی گفتگو کے دوران میں ایک نے کہا۔ اگر کوئی اتنے تل کھائے۔ تو میں اسے پانچ روپے انعام دوں۔ کوئی زمیندار وہاں سے گذر رہا تھا۔ اور زمیندار بھی کوئی اکھڑ زمیندار تھا۔ وہ نہایت تعجب اور حیرت سے ان کی یہ باتیں سنتا رہا۔ اور خیال کر رہا تھا۔ کہ عجیب بات ہے ایسے مزے کی چیز کھانے پر پانچ روپے انعام بھی ملتے ہیں۔ اس نے آگے بڑھ کے پوچھا۔ ٹہنیوں سمیت کھانے ہیں یا بغیر ٹہنیوں کے۔ یہ اس نے اس لئے پوچھا۔ کہ اس کی سمجھ میں نہ آتا تھا۔ کہ بغیر ٹہنیوں کے پاؤ بھر تل کھانے سے پانچ روپے انعام کیونکر دینگے۔ گویا وہ ٹہنیوں سمیت بھی کھانے کے لئے تیار تھا۔ حالانکہ باتیں کرنے والے اتنے تل کھانا ناممکن خیال کر رہے تھے۔ اب ان دونوں کے احساس میں کتنا بڑا فرق ہے ایک تو وہ ہیں۔ کہ پاؤ بھر تل کھانے ناممکن خیال کرتے ہیں۔ اور ایک وہ ہے کہ جو معہ ٹہنیوں کھانے کیلئے تیار ہے اور وہ سمجھتا ہے۔ کہ بغیر ٹہنیوں کے تو یہ ایک معمولی مزے کی بات ہے۔ اس پر کب پانچ روپے انعام مل سکتے ہیں ؛

اثرات میں فرق نہیں

پس دنیا میں جس قدر فرق ہے۔ وہ احساسات کا ہے۔ ورنہ نتائج اور کیفیات میں کوئی فرق نہیں۔ گرمی اور سردی جو اثر ایک تیز حس والے انسان پر کرتی ہے۔ وہی اثر ایک کم حس والے انسان پر بھی کرتی ہے۔ لیکن ایک تو اس کے اثر کو محسوس کرتا ہے۔ اور دوسرا انہیں احساسات کی کمی کیوجہ سے اسکے اثر کو محسوس نہیں کرتا۔ اسی طرح سورج کی روشنی کو لوگ دیکھتے اور محسوس کرتے ہیں جو اس کی اہلیت رکھتے ہیں۔ مگر جو اس کے اثر کو محسوس کرنیکی اہلیت نہیں رکھتے۔ یہ نہیں ہوتا۔ کہ ان کو روشنی نہ پہنچ رہی ہو یا دھوپ کے جو اثرات ہیں۔ وہ ان پر نہ ہو رہے ہوں۔ وہ اثرات دونوں پر ہوتے ہیں۔ ان پر بھی جو انہیں محسوس کرتے ہیں۔ اور ان پر بھی جو محسوس نہیں کرتے۔ گو علےٰ قدر مراتب اثرات پہنچ رہے ہیں۔ مگر پہنچ ضرور رہے ہیں۔ آگے جو فرق ہے۔ وہ ان کے احساس میں ہے ؛

اثرات علیٰ قدر مراتب ہوتے ہیں

پس جب مادی امور میں علےٰ قدر مراتب اثرات مرتب ہو رہے ہیں۔ خواہ کوئی محسوس کرے خواہ نہ کرے۔ تو پھر یہ کس قدر غلط بات ہے۔ اگر ایک شخص نماز کے اثرات کو محسوس نہ کر کے یہ کہدے۔ کہ نماز کا کوئی فائدہ یا اثر ہی نہیں ہاں وہ یہ کہہ سکتا ہے۔ کہ اپنے روحانی احساسات کی کُندی کی وجہ سے اس کا کوئی فائدہ مجھے نظر نہیں آتا۔ اور اس کا کوئی اثر مجھے محسوس نہیں ہوتا۔ ورنہ اس کا اثر اس کو بھی ہوتا ہے جو اس کے اثر کو محسوس کرتا ہے۔ اور اس کو بھی جو محسوس نہیں کرتا گو دونوں کو اثر علےٰ قدر مراتب پہنچتا ہے۔ مگر پہنچتا ضرور ہے ؛

قابل قبول شہادت کونسی ہے

بہرحال روحانی معاملہ میں روحانی امور کے اثرات کے متعلق بھی ان لوگوں کی شہادت قابل قبول نہیں ہو سکتی۔ جن کی روحانی حسیں کمزور اور کند ہیں۔ اور انہی کی بات تسلیم کرنی پڑیگی۔ جو روحانی امور کے اثرات کے محسوس کرنے کے اہل ہیں۔ وہ اگر کہدیں اور شہادت دیدیں۔ کہ نماز روزہ کا فائدہ ہوتا ہے۔ اور ان کے اثر کو ہم محسوس کرتے ہیں۔ تو پھر دوسرے لوگوں کو بھی جن کی حسیں موٹی ہیں۔ اور وہ ان کے اثرات اور فوائد کو محسوس نہیں کر سکتے قبول کرنا پڑے گا کہ بے شک ان کے فوائد ہیں۔ تو نمازوں اور روزوں میں ضرور فوائد ہیں۔ مگر ان کے اثرات کو وہی محسوس کرتے ہیں۔ کہ جو اس کے اہل ہیں گو دوسرے لوگ ان کو محسوس نہ بھی کریں۔ لیکن ان کا فائدہ ان کو بھی ضرور پہنچتا ہے ؛

روزہ سے راحت

میں نے دیکھا ہے۔ کہ قطع نظر اس سے کہ روزہ ایک عبادت ہے۔ اس میں ایسی روحانی راحت اور سکون حاصل ہوتا ہے جو یقیناً جب روزہ نہیں ہوتا محسوس نہیں ہوتا۔ روزہ میں ایسی حالت ہوتی ہے۔ گویا جس طرح سخت سردی اور بارش میں چلتے چلتے انسان ایک گرم مکان میں داخل ہو جائے۔ جس طرح وہ اس وقت گرمی سے یکدم آرام اور اطمینان میں ہو جاتا ہے۔ اسی طرح روزہ رکھ کر انسان اطمینان اور آرام حاصل کرتا ہے۔ لیکن ایسا احساس انہیں کو ہوتا ہے۔ جن کی حس تیز ہوتی ہے۔ وہ اس کو ایسا محسوس کرتے ہیں۔ کہ جس طرح وہ روزہ رکھنے سے پہلے روحانیت کے سورج سے دوری کی وجہ سے تکلیف اٹھا رہے تھے۔ لیکن روزہ رکھتے ہی وہ اس کے قریب آ گئے۔ اور ان کے اعصاب کو قرار اور اطمینان اور ایک قسم کا سکون حاصل ہو گیا ؛

قابل وقعت شہادت

پس ایک شخص جس کی حس بہت موٹی ہو۔ وہ اگر کسی امر کے اثر کو تسلیم نہیں کرتا۔ تو اس کے اس خیال کی وجہ سے باقیوں کے تجربے اور مشاہدے کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ ایک شخص کہتا ہے۔ خدا کو میں نے نہیں دیکھا۔ خدا کوئی نہیں۔ لیکن دوسرے مشاہدوں کی اس شہادت کی موجودگی میں کہ ہم نے خدا کو دیکھا ہے۔ اور وہ ہم کو نظر آیا ہے۔ اس کی بات کو کب وقعت حاصل ہو سکتی ہے۔ اسی طرح ایک شخص جو یہ کہتا ہے۔ کہ خدا کلام نہیں کرتا۔ اس کی اس بات کو ہم اس کا خیال کہہ سکتے ہیں۔ لیکن وہ لاکھوں انسان جنہوں نے خدا کے کلام کو سنا۔ اور وہ روحانی امور کے اثرات کے شاہد ہیں۔ ان کی شہادت کا کسی طرح انکار نہیں کیا جا سکتا۔ پس روحانی امور میں بھی اسی طرح فوائد اور اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ جس طرح جسمانی اور مادی امور میں انسان نفع یا نقصان حاصل کرتا ہے۔ گو وہ محسوس کرے یا نہ کرے۔

نیک نتائج نہ پیدا ہونیکی وجہ

مگر میرے نزدیک جس چیز سے دنیا کو نقصان پہنچتا ہے

اندر ایک دفعہ نہیں بلکہ بار بار پہنچتا ہے۔ وہ ہر ایک امر کے اس نقطۂ وسطی کو ترک کرتا ہے۔ جس کے بغیر نیک نتائج پیدا نہیں ہو سکتے۔ میں نے دیکھا ہے۔ عام طور پر لوگ ایک پہلو کی طرف جھک جاتے ہیں۔ کئی ہیں۔ جو نمازوں میں سست ہیں۔ اور باقاعدہ وقت پر نمازیں ادا نہیں کرتے۔ کئی ہیں جو نماز تو پڑھتے ہیں۔ لیکن باجماعت نماز نہیں پڑھتے۔ یا کم از کم باجماعت نماز ادا کرنے کا ان کو خیال نہیں ہوتا۔ لیکن روزوں کے ایام میں وہ روزوں کی ایسی پابندی کریں گے۔ کہ خواہ ڈاکٹر بھی ان کو کہہ دے۔ کہ تمہارے حق میں روزہ اچھا نہیں۔ اور تم خطرے میں پڑ جاؤ گے۔ تب بھی وہ روزہ ترک نہیں کریں گے۔ حتیٰ کہ بیماری میں بھی روزہ رکھیں گے

روزہ رکھنے کی عمر

پھر کئی ہیں۔ جو چھوٹے بچوں سے بھی روزہ رکھواتے ہیں۔ حالانکہ ہر ایک فرض اور حکم کے لئے الگ الگ حدیں اور الگ الگ وقت ہوتا ہے۔ میرے نزدیک بعض احکام کا زمانہ چار سال کی عمر سے شروع ہو جاتا ہے۔ اور بعض ایسے ہیں۔ جن کا زمانہ سات سال سے بارہ سال تک ہے۔ اور بعض ایسے ہیں۔ جن کا زمانہ پندرہ یا اٹھارہ سال کی عمر سے شروع ہوتا ہے۔ میرے نزدیک روزوں کا حکم پندرہ سال سے اٹھارہ سال تک کی عمر کے بچے پر عائد ہوتا ہے اور یہی بلوغت کی حد ہے ٭

بچوں کو روزہ رکھانا

میرے نزدیک اس سے پہلے بچوں سے روزے رکھوانا ان کی صحت پر بہت برا اثر ڈالتا ہے۔ کیونکہ وہ زمانہ ان کے لئے ایسا ہوتا ہے۔ جس میں وہ طاقت اور قوت حاصل کر رہے ہوتے ہیں۔ پس جس زمانہ میں کہ وہ طاقت اور قوت کے ذخیرہ کو جمع کر رہے ہوتے ہیں۔ اس وقت ان کی طاقت کو دبانا اور بڑھنے نہ دینا ان کیلئے سخت مضر ہے۔ دیکھو ریل کے انجن یا دوسرے انجنوں کی زائد سٹیم چھوڑی جاتی ہے۔ یہ کبھی نہیں کیا جاتا۔ کہ جس وقت کہ سٹیم انجن میں تیار ہو رہی ہو۔ اور کافی مقدار تک نہ پہنچی ہو۔ اس وقت نکال دی جائے۔ دریا کو بند لگا کر دوسری طرف نہر کے ذریعے پانی کا رخ تبھی بدلا جاتا ہے۔ جب کہ دریا میں پانی زیادہ ہو۔ لیکن اگر دریا میں پانی کافی نہ ہو۔ تو پھر اس سے پانی نہیں نکالا جاتا۔ پس جس زمانہ میں بچہ طاقت پیدا کر رہا ہو۔ اس کو روزہ نہ رکھوانا چاہیئے۔ تاوقتیکہ اس کی عمر پندرہ سال کی نہ ہو جائے۔ کیونکہ اس سے پہلے بچہ پر روزہ فرض نہیں ہوتا۔ تو نہ صرف یہ کہ اسی عمر میں بچوں سے روزے نہ رکھوائیں۔ بلکہ کوشش کرنی چاہیئے کہ وہ روزے نہ رکھیں۔ کیونکہ بچوں کو خود بھی شوق ہوتا ہے۔ کہ روزہ رکھیں۔ بارہ سال سے کم عمر کے بچے سے روزہ رکھوانا۔ تو میرے نزدیک جرم ہے۔ اور بارہ سال سے ۱۵ سال کی عمر کے بچے کو اگر کوئی روزہ رکھواتا ہے۔ تو غلطی کرتا ہے۔ پندرہ سال کی عمر سے روزہ رکھنے کی عادت ڈالنی چاہیئے۔ اور ۱۸ سال کی عمر میں روزے فرض سمجھنے چاہئیں۔ مجھے یاد ہے۔ جب ہم چھوٹے تھے۔ ہمیں بھی روزہ رکھنے کا شوق ہوتا تھا۔ مگر حضرت مسیح موعود ہمیں روزہ نہیں رکھنے دیتے تھے۔ اور بجائے اس کے کہ ہمیں روزہ رکھنے کے متعلق کسی قسم کی تحریک کرنا پسند کریں۔ ہمیشہ ہم پر روزہ کا رعب ڈالتے تھے۔ تو بچوں کی صحت کو قائم رکھنے اور ان کی قوت کو بڑھانے کے لئے روزہ رکھنے سے انہیں روکنا چاہیئے۔ اس کے بعد جب ان کا وہ زمانہ آ جائے۔ جب وہ اپنی قوت کو پہنچ جائیں۔ جو پندرہ سال کی عمر کا زمانہ ہے۔ تو پھر ان سے روزے رکھوائے جائیں۔ اور وہ بھی آہستگی کے ساتھ۔ پہلے سال جتنے رکھیں دوسرے سال اس سے کچھ زیادہ اور تیسرے سال اس سے زیادہ رکھوائے جائیں اس طرح بتدریج اس وقت ان کو روزہ کا عادی بنایا جائے

روزہ نہ رکھنے والے

اس کے مقابلہ میں میرے نزدیک ایسے لوگ بھی ہیں۔ جو روزہ کو بالکل معمولی حکم تصور کرتے ہیں۔ اور چھوٹی چھوٹی وجہ کی بنا پر روزہ ترک کر دیتے ہیں۔ بلکہ اس خیال سے بھی کہ ہم بیمار ہو جائیں گے۔ روزہ چھوڑ دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ کوئی عذر نہیں کہ آدمی خیال کرے۔ میں بیمار ہو جاؤں گا۔ میں نے تو آج تک کوئی آدمی ایسا نہیں دیکھا۔ جو یہ کہہ سکے۔ کہ میں بیمار نہیں ہونگا پس بیماری کا خیال روزے ترک کرنے کی جائز وجہ نہیں ہو سکتا پھر بعض اس عذر پر روزہ نہیں رکھتے۔ کہ انہیں بہت بھوک لگتی ہے۔ حالانکہ کون نہیں جانتا۔ کہ روزہ رکھنے سے بھوک لگتی ہے۔ جو روزہ رکھے گا۔ اس کو ضرور بھوک لگے گی۔ روزہ تو ہوتا ہی اس لئے ہے۔ کہ بھوک لگے۔ اور انسان اس بھوک کو برداشت کرے۔ جب روزہ کی یہ غرض ہے۔ تو پھر بھوک کا سوال کیسا۔ پھر کئی ہیں۔ جو ضعف ہو جانے کے خیال سے روزہ نہیں رکھتے۔ حالانکہ کوئی بھی ایسا آدمی نہیں۔ جس کو روزہ رکھنے سے ضعف نہ ہوتا ہو۔ جب وہ کھانا پینا چھوڑیگا تو ضرور ضعف بھی ہو گا۔ اور ایسا آدمی کوئی نہیں ہے گا۔ جو روزہ رکھے۔ اور اسے ضعف نہ ہو۔ بلکہ اس کے اندر طاقت اور قوت پیدا ہو جائے۔ سوائے اس کے کہ اللہ تعالےٰ کیطرف سے کسی کو یہ نشان بطور اعجاز عطا ہو۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چھ مہینے متواتر روزے رکھے۔ اور دو تین تونے سے زیادہ آپ کی غذا نہ ہوتی تھی۔ مگر آپ کو کوئی ضعف نہ ہوا۔ بلکہ معجزانہ طور پر اس سے آپ کو طاقت اور قوت حاصل ہوئی۔ اس معجزانہ حالت سے الگ ہو کر کوئی آدمی ہمیں ایسا نظر نہیں آتا جسے روزے سے ضعف نہ ہو۔ اس لئے اس وجہ سے بھی روزہ نہیں چھوڑا جا سکتا ٭

روزہ کس حالت میں چھوڑا جا سکتا ہے

روزہ ایسی حالت میں ہی ترک کیا جا سکتا ہے۔ کہ آدمی بیمار ہو۔ اور وہ بیماری بھی اس قسم کی ہو۔ کہ اس میں روزہ رکھنا مضر ہو۔ کیونکہ شریعت کے احکام بیماری کی نوعیت کے لحاظ سے ہوتے ہیں۔ مثلاً ایک بیمار کے لئے اجازت ہے۔ کہ وہ تیمم کرے۔ لیکن کسی کو بیماری اس قسم کی ہو۔ کہ وضو کرنا اسے کوئی نقصان نہ دیتا ہو۔ بلکہ اگر اس بیماری میں ٹھنڈے پانی سے وہ وضو کرے۔ تو اسے فائدہ ہوتا ہو۔ تو باوجود بیمار ہونے کے اس کے لئے تیمم جائز نہیں ہو گا۔ اسی طرح وہ بیماری کہ جس پر روزہ کا کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اس کی وجہ سے روزہ ترک کرنا جائز نہیں ہو گا۔ بیماری سے مراد وہی بیماری ہو گی۔ جس کا روزہ سے تعلق بھی ہو۔ اور ایسی حالت میں خواہ بیماری کتنی ہی خفیف کیوں نہ ہو۔ اس میں مبتلا روزہ ترک کر سکتا ہے۔ کیونکہ جب روزہ کا مضر اثر اس بیماری پر پڑتا ہے۔ تو وہ بڑھ جائے گی ٭

507

نزلہ میں روزہ

میرے نزدیک نزلہ خواہ کتنا ہی خفیف کیوں نہ ہو۔ ایسی بیماری ہے۔ جس کا روزہ سے تعلق ہے۔ اور ایسے لوگوں کے لئے جنہیں نزلہ ہوتا ہے۔ روزے رکھنے بہت مضر اور بڑے نقصان کا موجب ہوتے ہیں۔ نزلہ کے نتیجہ میں انسان کو پیاس زیادہ لگتی ہے۔ اب روزے کے ساتھ جب وہ پیاس کو دبائے گا۔ تو وہ اور بھی زیادہ بڑھے گی۔ اور یہ نزلہ کے لئے بہت مضر ہے۔ پس بسا اوقات بعض بیماریاں دیکھنے میں تو معمولی ہونگی۔ لیکن روزے سے تعلق رکھنے کی وجہ سے ان کا نقصان بہت بڑا ہو گا۔ اس لئے ایسی بیماری میں روزہ نہ رکھنا چاہیئے۔ اسی طرح بعض بیماریاں دیکھنے میں بہت بڑی ہونگی۔ لیکن روزے کا ان پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ اس لئے روزہ ان میں ترک کرنا جائز نہیں ہو گا۔

روزہ اور بیماری

اور بعض اوقات تو خود روزہ صحت کا باعث بن جاتا ہے۔ میں اپنی ذات کے متعلق ہی بتاتا ہوں۔ میں عام طور پر بیمار رہتا ہوں۔ اور خدا تعالےٰ نے مجھے اپنی بیماری کے متعلق یہ فیصلہ کرنے کی سمجھ دی ہے۔ کہ اس پر روزہ رکھنے سے کیا اثر پڑے گا۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ میں اس میں غلطی نہیں کر سکتا۔ بلکہ بعض دفعہ میرا اندازہ بھی غلط نکلتا ہے۔ ایسی ایام میں میں نے اپنی حالت کا جب اندازہ لگایا تو میں نے محسوس کیا۔ کہ اگر میں روزہ رکھوں۔ تو برداشت نہیں کر سکوں گا۔ مگر بیماری پر اثر نہیں پڑے گا۔ چنانچہ تجربہ کے طور پر میں نے پہلا روزہ رکھا۔ جس سے نہ صرف کوئی نقصان نہ ہوا بلکہ طبیعت میں بشاشت پیدا ہوئی۔ تب میں نے سمجھا اپنی بیماری

کے متعلق جو میرا خیال تھا۔ کہ شاید روزہ رکھوں۔ تو کوئی نقصان نہ ہو۔ وہ ٹھیک ہے۔ اور جو خطرہ تھا۔ کہ ممکن ہے نقصان ہو۔ وہ غلط تھا۔ پس جس بیماری پر روزہ کا کوئی اثر نہ ہو۔ اس پر اس بیماری کا حکم عائد نہیں ہو سکتا۔ جس کی وجہ سے روزہ ترک کر دیا جائے۔ ہاں اگر روزہ کا بیماری پر اثر پڑتا ہو۔ اور جس حالت میں ڈاکٹر یہ مشورہ دے۔ کہ اس بیماری میں روزہ سے نقصان پہنچے گا۔ اس میں روزہ ترک کرنا چاہیئے۔ پس جہاں میں بلا وجہ اور بلا عذر روزہ نہ رکھنے کے سخت خلاف ہوں۔ وہاں میں ان لوگوں کے اجتہاد کا بھی قائل نہیں۔ جو یہ کہتے ہیں۔ کہ انسان جب مرنے لگے۔ تب روزہ چھوڑے۔ ورنہ نہ چھوڑے۔ ایسا کوئی حکم شریعت میں نہیں آیا۔ قرآن کریم میں صاف حکم ان کنتم مرضی ہے۔

مریض کیلئے روزہ رکھنا جائز نہیں

پس جس مرض پر کہ روزے کا برا اثر پڑتا ہو۔ خواہ وہ نزلہ ہی ہو۔ مثلاً مجھے اگر نزلہ ہو۔ تو میں روزہ نہ رکھوں گا۔ پس ایسے مرض میں خواہ وہ خفیف ہی ہو۔ روزہ رکھنا جائز نہیں۔ اور اگر کوئی روزہ رکھے۔ تو اس کا روزہ نہیں ہوگا۔ بلکہ اس کے بدلے اس کو پھر روزہ رکھنا پڑے گا۔ پس جو لوگ محض ایک ہی طرف جھک جاتے ہیں۔ وہ غلطی کرتے ہیں۔ ان کو درمیانی حالت اختیار کرنی چاہیئے۔ اور ان مبارک دنوں سے زیادہ فائدہ اٹھانے کے لئے درمیانی راہ اختیار کرنی چاہیئے۔ یعنی جب تو ایسی بیماری ہو۔ جس پر روزہ کا برا اثر پڑتا ہو۔ تو خواہ کتنی ہی خفیف ہو۔ روزہ نہ رکھنا چاہیئے۔ اور اس معاملہ میں لوگوں کی کچھ پروا نہ کرنی چاہیئے۔ کہ وہ کیا کہتے ہیں۔ یا کیا کہیں گے۔ ایسی حالت میں جو لوگ یہ کہہ دیتے ہیں۔ کہ خواہ بیمار ہیں مگر ہم برداشت کرینگے۔ اور روزہ رکھیں گے۔ یہ ان کی غلطی ہے۔ کیونکہ برداشت کا تو سوال ہی نہیں۔ سوال تو بیماری کا ہے۔ ہر بیماری جو روزے سے بڑھے۔ اس میں روزہ مت رکھو۔ لیکن اس کے مقابلہ میں ایسا بھی نہ کرو۔ کہ محض وہم کی بنا پر روزہ ترک کر دو۔ کہ شاید روزہ رکھنے سے ہم بیمار نہ ہو جائیں۔ یا روزہ رکھنے سے ہم کمزور ہو جائیں گے۔ اس طرح روزہ ترک کرنا جائز نہیں ہو سکتا۔

بوڑھا اور دائم المریض

ایک کمزوری تو بڑھاپے کی وجہ سے یا دائمی بیماری کی وجہ سے ہوتی ہے۔ ایسے آدمی کو اجازت ہے۔ کہ وہ روزہ نہ رکھے لیکن وہ جس کو کمزوری رہتی ہو۔ ایسی حالت والوں کو بھی جب تک کہ ڈاکٹر مشورہ نہ دے۔ روزہ رکھنا چاہیئے۔

افراط تفریط سے بچو

میں دوستوں کو پھر اس طرف توجہ دلاتا ہوں کہ وہ افراط تفریط سے کام نہ

نہیں۔ اور اس مبارک مہینے سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں۔ اور اپنی روحانیت کو بڑھائیں۔ جس طرح حس کم ہوتی ہے۔ وہ بڑھتی بھی ہے۔ اسی طرح احساسات بھی بڑھ سکتے ہیں۔ اور انسان اپنے جسم کے اندر روحانیت کا ایک نمایاں اثر محسوس کرتا ہے۔

دعاؤں کا موقعہ

چونکہ یہ رمضان کا مہینہ ہے۔ اس لئے میں نے اسی کے متعلق خطبہ پڑھا ہے اور چونکہ اس مبارک مہینہ میں دعائیں بہت قبول ہوتی ہیں اس لئے میں دوستوں کو نصیحت کرتا ہوں۔ کہ وہ اسلام کی ترقی کے لئے دعائیں کریں۔ اور سلسلہ کے راستہ میں جو روکیں ہیں۔ ان کے دور ہونے اور کابل کے مظلوم بھائیوں کے لئے اور اس ملک میں بھی اسلام اور احمدیت کی اشاعت کیلئے بہت بہت دعائیں کریں۔

اشتہار بموجب زیر آرڈر ۵ قاعدہ نمبر ۲۰ بنام مدعا علیہ

بعدالت جناب چودھری محمد لطیف صاحب سب جج جھنگ

ٹھاکر داس ولد کانی داس ذات کنڈہ سکنہ جائے دیں تحصیل شورکوٹ۔ مدعی بنام بہاول مدعا علیہ

دعویٰ بنالش

اشتہار بنام بہاول ولد دریام ذات امانہ سکنہ محمود شاہ حال محمد پور تحصیل کبیر والہ ضلع ملتان مدعا علیہ

درخواست مدعی پر عدالت کو اطمینان ہو گیا ہے۔ کہ تم دیدہ و دانستہ تعمیل سمن سے گریز کر رہے ہو۔ اس واسطے اشتہار زیر آرڈر ۵ قاعدہ نمبر ۲۰ ضابطہ دیوانی تمہارے نام جاری کیا جاتا ہے۔ کہ مورخہ ۱۴ اپریل ۱۹۲۵ء کو حاضر عدالت ہذا ہو کر پیروی مقدمہ کی کرو۔ ورنہ تمہاری عدم موجودگی میں تمہارے برخلاف کارروائی یکطرفہ کی جاویگی۔ تحریر ۲۵ ۳ ۴

مہر عدالت دستخط حاکم

الخطبہ

ایک سید احمدی بھائی افسر محکمہ کی عمر ۳۰ و ۳۱ سال کو عقد ثانی کی ضرورت ہے۔ خواہ بیوہ ہو۔ انکی موجودہ غیر احمدی بیوی سات سال سے انکے گھر آباد نہیں۔ خط و کتابت معرفت الفضل قادیان